مقدر
سامية عالم
Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مقدر

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از قلم سامیہ عالم

All Rights Reserved

Copyright: Samiya Alam (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ضروری بات

مقدر کے تمام جملہ حقوق لکھاری "سامیہ عالم" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

پیش لفظ

السلام علیکم قارئین۔

مقدر میرا پہلا ناول ہے اور میں خود بھی نہیں جانتی کہ یہ کیسا لکھا جائے گا یا نا جانے لوگوں کے معیار پر پورا اترے گا بھی یا نہیں۔ لیکن میں صرف ایک کوشش کر رہی ہوں اللہ کی امید پر۔ کیونکہ میرا ماننا ہے کہ۔ کوششیں رائیگاں نہیں جایا کرتیں۔۔۔

سامیہ۔۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مقدر

مقدر، ایک کہانی، دو بہنوں کے مقدر کی، شزا کی خاموشی کی، ازان کی کوششوں کی، آرزو کی خود کو پہچاننے کی، اور ان کرداروں کی جو مقدر کے ہاتھوں کبھی جیت جاتے ہیں تو کبھی ہار۔ اللہ سے دوستی کرنا چاہنے والی اس لڑکی کی جو کہانیوں کی دنیا میں جیتی تھی لیکن یہ بھی جانتی تھی کہ اصل دنیا میں ہر لڑکی کے لیئے شہزادے یا ہیرو نہیں آیا کرتے۔ ہمیں خود کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ کبھی اپنے لیئے تو کبھی اپنوں کے لیئے۔ اس وفا کی کہانی جسنے گر کر اٹھنا سیکھا اور خود سے یہ کہنا سیکھا کہ میں کمزور نہیں ہوں۔۔۔۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از قلم

سامیہ عالم

باب نمبر:04 & 05

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

بِسمِ اللّٰہِ الرّحمٰنِ رحیم

ہندوستان کی راجدھانی دلی کا موسم خاصہ خوشگوار تھا۔ سورج اپنی پوری طاقت سے لوگوں کے سروں پر چمک رہا تھا۔ دللی کے لوگ اپنی بھاگ دوڑ بھری زندگی میں مصروف تھے اور دفتروں میں بھی کام جاری تھے۔ ایسے ہی ایک دفتر کی اونچی سی امارت میں داخل ہونے پر وہاں موجود تیسری منزل کے ایک کیبن میں قیس نعیم اپنی پاور چیئر پر بیٹھا نظر آتا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سگار تھا جب کے دوسرے سے وہ فون کان پر لگاے کسی سے ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ سوٹ پہن کر شاندار سا تیار ہوا وہ ایک پیتالیس سال کا آدمی تھا۔ اسی دوران اس کی پی اے اندر آئی۔ "سر اپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔" اس نے کافی ہچکچا کر خبر دی۔ قیس نے ناگواری سے اسے دیکھا اور الوداع قلمات کہہ کر فون ٹیبل پر ڈالا۔ اپنی پی اے کو دیکھتے ہوئے غصہ سے جھڑکا۔

"ویر از یور مینرز؟ ایسا کون آیا ہے جو تم نے مجھے بات کرتے ہوئے ڈسٹرب کیا؟" پی اے خاصہ گھبرا گئی۔ "سر کوئی لڑکا ہے۔ اپنا نام ازان اختر بتایا ہے اسنے۔" قیس کے چہرے پر حیرت پھیل گئی۔ لیکن اس نے سر اثبات میں ہلا کر اجازت دی۔

کچھ دیر بعد نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس ازان اندر داخل ہوا۔ اس کا چہرہ بے تاصر تھا۔ وہ خد ہی قیس کے سامنے کرسی کھینچ کر ٹانگ پر ٹانگ ٹکا کر بیٹھ گیا اور چاروں طرف کا جائزہ لینے لگا۔ قیس بلکل سنجیدہ اور الرٹ آگے کو ہو کر بیٹھا تھا اور نظریں ازان پر جمی تھیں۔

"مجھے اپنا تعروف کرانے کی تو ضرورت نہیں ہے ناں قیس معمو؟ چلیں اچھا ہے مددے پر آتے ہیں۔" ازان تھوڑا آگے کو ہوا اور قیس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا۔

"وفا اور آئمہ کہاں ہیں؟" قیس نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے تو ازان نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔ "مجھ سے یہ نہ کہیگا کہ آپ نہیں جانتے یا کہ وہ زندہ نہیں ہیں کیونکے لاشیں صرف ممّا اور ڈیڈ کی ملی تھیں اور میں جانتا ہوں کہ وہ زندہ ہیں اور ضرور آپ کے پاس ہیں۔" ازان نے سرد لہزے میں لفظ ادا کیے تھے۔ قیس لب بھینچ کر رہ گیا لیکن پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"دیکھو بیٹا۔ میں مانتا ہوں زویا میری سوتیلی بہن تھی اور اس نے فتح سے میری رضامندی کے خلاف شادی کی تھی لیکن اس کے بدلے مینے اس سے تعلّق ختم کر دیا تھا۔" صاف ظاہر تھا کہ ازان بڑی مشکل سے اپنا غصّہ کنٹرول کر رہا ہے ورنہ اس کا بس چلے تو وہ ابھی قیس کو شوٹ کر دے۔ جب کہ قیس کافی نرمی سے پیش آ رہا تھا۔

"یقین کرو۔۔ مجھے بھی اس کا دکھ آج تک ہے لیکن مجھے اس بات کا زیادہ افسوس ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ اس سب کے پیچھے میں تھا؟ میں اپنی بھانجیوں کو نقصان پہنچاؤنگا؟ تو تم غلط ہو۔"

"اور۔" ازان نے اسے مزید بولنے کو کہا۔

"اور کچھ نہیں۔ لیکن دیکھو اس سے مینے سارے شکوے اسی وقت ختم کر دیے تھے جب مجھے اس کی موت کی خبر ملی۔ اور میں آیا بھی تو تھا دفن میں۔ تم سے پہلی ملاقات بھی وہیں ہوئی تھی میری۔ تمہیں یاد نہیں کیا؟" قیس بہت محبّت سے اسے دیکھتا ہوا پوچھ رہا تھا۔

"اور۔" ازان نے محض اتنا کہا۔ اس پر قیس نے گہری سانس لی۔

"میں مان چکا ہوں وہ ایک حادثہ تھا۔ بہتر ہو گا تم بھی مان لو اور کیا پتا تمہے غلط فہمی ہو اور وہ دونوں بھی نہ بچ پائیں ہوں۔ یا خدا جانے انھے کوئی لے گیا ہو۔" ازان نے اپنا آپا کھو دیا اور ٹیبل پر ہاتھ مار کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"غلط بلکل غلط۔۔ ہماری پہلی ملاقات وہاں نہیں ہوئی تھی مسٹر قیس نعیم۔۔ مثلاً تو یہی ہے کہ مجھے سب یاد ہے۔ ہماری پہلی ملاقات وہاں مول میں ہوئی تھی جہاں ملنے پر تُم نے میری ما کو دھمکی دی تھی کہ ان کو کبھی خوش نہیں رہنے دوگے۔ یاد آیا کچھ؟" قیس اسے حیرانگی سے دیکھ رہا تھا جو اس سے نفرت سے مخاطب تھا۔

"تُم نے مجھے نہیں دیکھا تھا مگر مینے تمہیں دیکھا تھا۔ اس بچے نے دیکھا تھا اور ایک بات اور۔" ازان اسکی ٹیبل پر ہاتھ جما کر جھکا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ "اس وقت وہ لڑکا ایک نو سالہ بچہ تھا لیکن آج جو تمہارے سامنے کھڑا ہے وہ ایک پچیس سالہ انسپکٹر ازان اختر ہے۔ اور یقین کرو۔۔ یہ ازان بہت خطرناک ہے۔" پھر سیدھا ہوا اور اپنا کوٹ درست کیا۔

"اور ان دونوں کو تو میں ڈھونڈھ ہی لونگا لیکن اگر اس سب کے پیچھے تم نکلے ناں۔۔ تو تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرونگا۔" انگلی سے تنبیہ کرتے ہوئے وہ اسی غصے سے باہر کو بڑھ گیا اور پیچھے قیس ہقابقارہ گیا۔

ازان تیز تیز قدموں سے راہداری پار کرتا ہوا نیچے آیا تو سامنے سے آتے پیون نے اسے غور سے دیکھا۔اس پیوں کے ہاتھوں میں ٹرے تھی جس میں پانی اور چائے رکھی تھی۔پاس سے گزرتے ہوئے ازان نے اس کی جانب نہیں دیکھا اور آگے بڑھ گیا۔

پیوں اندر داخل ہوا تو قیس کو آرام سے مسکراتے ہوئے چیر پر بیٹھے پایا۔اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور پہلے پانی دیا۔"کیا بات ہے یہ ماسک کیوں لگا ہے تمہارے؟" قیس نے اس کے ماسک کو دیکھ کر پوچھا اور پانی کا گلاس منہ سے لگایا۔"صاحب جی۔خانسی ہے تھوڑی سی ہم کو۔" پیوں نے کہتے ہوئے خانسنا شروع کر دیا۔"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔رکھ دو چائے اور جاؤ۔"

"ارے ایسے کیسے صاحب جی؟تم کو پتا ہے آج ہماری نوکری کا پہلا دن ہے۔اور ہماری امّا نے کہا ہے کہ ہم تم کا اچھے سے خیال رکھوں۔" قیس اس سے پہلے کچھ کہہ پاتا پیوں نے چائے اٹھا کر آگے بڑھائی اور جلدی میں قیس کے ہاتھ پر گرا دی۔قیس بلبلا اٹھا اور تیزی سے واشروم میں بھاگا۔پیوں اس کے جاتے ہی نیچے جھکا۔ٹیبل کے نیچے سے کچھ اٹھایا اور جیب میں ڈالا۔مڑا ہی تھا کہ۔۔

"اوے رک۔کہاں بھاگ رہا ہے؟" قیس پیچھے سے چیخا۔

"ہم کو کہاں بھاگنا ہے صاحب جی؟ہم تو تمہاری مدد کے واستے کسی کو بلانے جا رہا تھا۔۔تم ٹھیک تو ہو نا۔۔تم کو زیادہ تو نہ جلا صاحب جی؟" پیوں فکر مندی سے اس کی جانب بڑھا۔

"وہیں رک جا۔۔میں ابھی اور اسی وقت تجھے نوکری سے نکلتا ہوں اور ابھی ہیڈ اوف اسٹاف کو خبر کرتا ہوں کہ تجھے آج کے دن کی تنخوا بھی نہیں ملنی چاہئے۔"

"ارے ایسا نہ کرو صاحب جی۔ہم بہت غریب آدمی ہوں۔ہمارے ساتھ ایسا نہ کرو۔" قیس نے اس کی ایک نہیں سنی اور سکیورٹی کو بلانے کی دھمکی دی۔تو وہ بیچارہ افسوس کے ساتھ باہر نکل آیا۔بلڈنگ سے نکل کر جاتے ہوئے اس پیوں نے بڈبڈایا۔۔

"آپ سے اللہّ پوچھیگا صاحب جی۔میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔۔۔ہاں بس ان کی ما کو ڈھونڈھنا باقی ہے۔"ریاض نے مسکرا کر ماسک ہٹایا اور چمکتی ہوئی دھوپ میں آگے بڑھ گیا۔

♥♡♥

مسجدوں میں موزن زوہر کی نماز کے لئے لوگوں کو بلارہا تھا۔ اور چند نمازیوں کا رخ مسجد کی جانب تھا۔ مسجد اللہؑ کا گھر ہوتی ہے لیکن اس وقت وہ اللہؑ کا گھر اللہؑ کے بندوں سے آدھا خالی تھا یا شاید صرف آدھا بھرا تھا۔

شنزا یونیورسٹی سے آئی خانا کھانے کمرے میں بیٹھی تھی کہ اتنے میں ہی شائستہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں۔

"یہ کس کا ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ کیا تم نے چوری کی ہے؟" انہونے خاصہ غصے سے پوچھا اور شنزا کے قدموں میں چاندی کا کڑا پھینکا۔ "میں تمہارے کپڑے دیکھنے آئی تھی کہ کونسے تمہارے ساتھ تمہارے سسرال بھیجنے لایک ہیں۔ لیکن مجھے یہ ملا۔۔ کیا بچپن میں جوس کے علاوہ اور بھی کچھ چوری کرتی تھیں؟" وہ آگے ہاتھ باندھے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"امی وہ یہ میرا ہے۔ جب میری ما۔۔" شنزا کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ آاٹکا۔ "مجھے دادی کے پاس دے کر گئی تھیں۔۔ تو یہ میرے ہاتھ میں تھا۔ دادی نے یہ سمبھال کر رکھ دیا تھا۔" شنزا نے گھبراتے ہوئے وضاحت دی۔ شائستہ بیگم نے منہ بگاڑا اور ان کے شانے ڈھیلے پڑے۔ اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے جس رفتار سے آئین تھیں۔ ویسے ہی باہر چلی گیئی۔ شنزا نے جھک کر کڑا اٹھایا اور بیڈ پر بیٹھ کر رونے لگی۔ "یا اللہؑ۔۔" روتے ہوئے اس کے منہ سے صرف یہی الفاظ نکلے تھے۔ اور بیشق بندا چاہے جہاں بھی چلا جائے لیکن تکلیف میں اسے صرف اپنا رب یاد آتا ہے۔

تھوڑی دیر میں ہی اس کا فون بجا تو اس نے آنسو صاف کیے اور کول اٹھائی۔ دوسری طرف وفا تھی۔

"ہیلو السلام علیکم شنزا۔"

"ہاں وعلیکم السلام۔" وہ رونا بند کر چکی تھی لیکن آواز کدرے بھیگی ہوئی تھی۔ "تم رو رہی ہو شنزا؟ کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا؟" وفا اس کے لئے پریشان ہوئی۔

"نہیں یار۔ بس گلے میں درد ہے۔"

"یونیورسٹی میں تو نہیں تھا۔" وفا نے اس کا جھوٹ پکڑا۔

"درد کب ساتھ چھوڑتا ہے وفا؟ وہ تو ہمیشہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔ ہاں لیکن جب انسان اپنے دوستوں کے ساتھ ہوتا ہے تو اُسے کچھ دیر کو بھول جاتا ہے۔ خیر۔۔۔ تم بتاؤ سب ٹھیک؟"

"ہاں وہ مینے یہ بتانے کو فون کیا تھا کہ تمہاری گھڑی میرے بیگ میں رہ گی ہے۔ کبھی تم پریشان ہو۔"

"اچھا۔ ٹھیک ہے تو تم سمبھال کرر کھ لینا کیونکے اب تو تم ایک ہفتے بعد ہی آگرہ واپس اوگی۔"

"ہاں میں سمبھال کرر کھوں گی۔ تم بتاؤ خانہ کھالیا؟" شزا نے ایک نظر سامنے ٹرے میں رکھے خانے کو دیکھا۔ "ہاں خا لیا؟"

"ویسے جھوٹ بولنا گناہ ہے شزابی بی۔" ادھر سے وفا نے بیڈ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور لال لال سیب میں دانت گاڈے۔ شزا کے ماتھے پر بل پڑے۔ "اچھا اور آج جو تم نے فائزہ کے لئے میم سے جھوٹ بولا؟ وہ بھی گناہ تھا۔"

"اَستغفِرُاللہ۔" وفا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ شزا کو ہنسی آئ جسے اس نے روک لیا۔ "میں جھوٹ نہیں بولتی شزا۔ ہاں بس دو انسانوں کو ایک دوسرے سے ملانے یا غلط فہمی دور کرنے کے لئے سچ چھپا لیتی ہوں۔" وفا نے اپنے ازلی انداز میں سیب کھاتے ہوئے کہا۔

"اور یہ بھی تم نے کسی ناول میں پڑھا ہو گا وفا بی بی۔"

"نہیں یہ میرا اپنا ہے۔ اور تمہیں علم ہے؟ جب میں چھوٹی تھی نا تو میری ایک فینٹیسی تھی کہ کسی دن کوئی ماباپ آئین اور کہیں کہ وفا ہماری بیٹی ہے اور میں سو دو سو کروڑ کی مالکن نکل آوں۔"

"کیا!" شزا کا منہ حیرت سے کھل گیا اور پھر اس کا قہقہا گونجا۔ "سچ میں وفا۔ تم انٹیک ہو۔ تمہاری جیسی دوسری نہیں ملیگی۔"

"ہاں وہ تو میں ہوں۔ لیکن تم میرا مزاق بنا رہی ہو؟" وفا نے منہ پھولایا۔ شزا کو بریک لگا۔ "نہیں۔ بلکل نہیں۔ سوری۔ اچھا اور بھی فینٹسیز ہو نگی تمہاری؟" شزا نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بہت ہیں۔ لیکن اب میں تم کو نہیں بتانے والی۔ جاؤ دفا ہو جاؤ۔" وفا نے کہا اور خد بھی ہنس دی۔

"اچھا تمہاری کوئی ہیرو یا شہزادے کی بھی فینٹسی ضرور ہو گی کیونکے مینے سنا ہے کہ جو لڑکیاں نوولز پڑھتی ہیں نا۔ ان کی ایکسپیکٹیشنس بہت ہائی ہوتی ہیں۔"

"ہاں وہ تو میری بھی ہیں۔ لیکن معلوم نہیں کیوں میں الگ ہوں اور شاید عجیب بھی۔ مجھے پتا ہے کہ یہ دنیا اس دنیا سے بہت مختلف ہے۔ یہاں ہر لڑکی کے لئے شہزادے یا ہیرو نہیں آیا کرتے۔ ہمیں اپنی شہزادی خد بننا پڑتا ہے۔ خد کے لئے خد کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ کبھی رو کر تو کبھی ہنس کر۔" شزا لاجواب رہ گئی۔ اسے وفا جیسی چلبلی لڑکی سے اتنے گہرے جواب کی توقع نہیں تھی۔ دوسری طرف سے وفا کی آواز سنائی دی۔

"لیکن ایک بات کہوں؟ مجھے میرا تو نہیں علم لیکن مجھے لگتا ہے اِنشاء اللہ تمہارے لئے کوئی شہزادہ یا ہیرو ضرور آئے گا۔" اس کی بات پر شزا ہنس پڑی۔ وفا کو اس کی ہنسی کچھ عجیب لگی تھی۔

"اپ کے علم میں اضافہ کرنے کے لئے عرض ہے کہ اسی مہینے میں میری شادی ہے۔"

"کیا؟" وفا اس بات پر خوشی سے اچھل پڑی۔ "سچ میں؟ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ اور اتنی جلدی؟ مطلب یار۔۔ کتنا مزہ آئے گا تمہاری شادی پر؟ اور کیا پتا تمہاری جس سے شادی ہے وہی کوئی شہزادہ یا ہیرو ہو تمہارا۔" وہ ایک دم سے جوش میں آ گیی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ شخص کسی قسم سے ناول کا شہزادہ یا ہیرو نہیں لگتا اور یہ اصل زندگی ہے۔ ابھی تم نے خد ہی تو کہا یہ مختلف ہے۔" وفا نے منہ بگاڑا۔ "تو یہ بھی میں ہی کہہ رہی ہوں کہ یہ مختلف ہے۔ اگر اللہ چاہے تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" اسکی باتوں پر شزا صرف "ہاں شاید" کہہ کر رہ گیی۔

"اچھا اب میں ذرا اپنی اپی کو پریشان کر لوں۔ بیچاری صبح سے سکون سے ہیں اور تم کھانا گرم کر کر کھا لینا ٹھنڈا ہو گیا ہو گا رکھے رکھے۔ اللہ حافظ۔" وفا نے جلدی میں کہا اور فون رکھ دیا۔ شزا نے ہقا بقا چہرے کے ساتھ پہلے سامنے رکھے کھانے کو دیکھا اور پھر اپنے فون کو۔ "اسے کیسے پتا چلا۔" وہ صرف سوچ کر رہ گیی۔

دلی میں موجود اونچی عمارتوں پر سے دھوپ کم ہو گیی اور سورج بھی مغرب کی جانب بڑھنے لگا تھا۔ جامع مسجد کا علاقا بہت بھیڑ بھاڑ والا تھا۔ وہیں پاس میں ایک کالے رنگ کی بڑی سی گاڑی بھی کھڑی تھی۔ ریاض دور سے چلتا ہوا آیا اور کار کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ اب وہ واپس اسی لباس میں تھا جو اسنے صبح پہنا تھا۔ اسکے آتے ہی ازان نے کار سٹارٹ

کر دی اور اب انکی منزل آگرہ تھی۔ وہ صبح بھی ایسے ہی اے تھے۔ راستہ بارے روڈ ڈھا آئسو کلو میٹر سے کم ہی تھا۔ ازان نے پانی کی بوتل ریاض کی طرف بڑھائی اور پوچھا۔

"اتنی دیر کیسے ہو گئی؟ میں پریشان ہو رہا تھا کہ پتا نہیں کیا ہوا؟"

"تجھے دیر کی پڑی ہے؟ مجھ بیچارے کو پہلے دن ہی نوکری سے نکال دیا اور اب میں اپنے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو کیا کھلاونگا۔" ریاض نے بوتل بند کر کے رکھتے ہوئے کہا اور اپنے نہ بہنے والے آنسو صاف کیے۔

"کیا؟ بچے کہاں سے آ گیے؟ اور اب یہ نہ کہنا کہ تونے وہاں اپنی اوور ایکٹنگ کی دکان کھولی تھی۔" ازان نے اسے گھورا۔

"بچے اے نہیں ہیں لیکن آ جاینگے۔ اور صرف دکان؟ مینے تو پورا مول کھولا تھا مول۔ اور آتے آتے اس کا چائے سے ہاتھ بھی جلا آیا۔" ریاض نے بڑی خوشدلی سے اپنا کارنامہ بتایا۔ ازان غصّہ ہوا۔ "بہت غلط کیا تونے۔ اگر پھنس جاتا تو کیا ہوتا؟"

"ریاض پھنسنے والوں میں سے نہیں پھنسانے والوں میں سے ہے۔ اور تونے مجھے اندیکھا کیوں کیا وہاں سے نکلتے وقت؟ مجھے سچ میں برا لگا۔ تجھے دیکھ کے تو مجھے لگا تھا کہ کہیں اندر اسے غصّہ میں مار وارنا آیا ہو۔"

"ان دیکھا نہیں کرتا تو کیا تیرے ساتھ وہاں ناچتا؟ اب چل بگ سے چپ نکال کر لیپ ٹوپ میں لگا۔" ریاض نے کوئی جواب نہیں دیا اور پیچھے سے لیپ ٹوپ اٹھا کر اس میں چپ لگانے لگا۔ "ایک بات بتا۔ تجھے لگا تھا کہ یہ پلان کام کریگا؟ کیونکے میں اندر گیا تو وہ آرام سے بیٹھا تھا۔"

"بلکل مجھے یقین تھا۔ جتنی جانکاری مینے قیس کی نکالی تھی نہ اس سے میں سمجھ گیا تھا کہ یہ کام یہ انسان اکیلے نہیں کر سکتا۔ دلی میں بیٹھ کر آگرہ میں قتل کروانا اس جیسے کچے خلاڈی سے نہیں ہو گا۔ اور یہ اس سب میں ہے تو ضرور لیکن اس کے ساتھ اور کون ہے مجھے یہ جاننا ہے۔ اسی لئے تو اسے غصّہ سے ڈرا کر اور یہ بگ چھوڑ کر آیا تھا تاکہ وہ جب اپنے ساتھی کو بتاے تو انکی گفتگو ہم تک پوہنچ سکے۔" ریاض کی انگلیاں کی بورڈ پر تیز تیز چل رہی تھیں۔ اسنے سر اسبات میں ہیلایا اور پوچھا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن وفا اور آئمہ کو قیس کے پاس سے کیسے نکالنا ہے؟" ازان نے گہری سانس لی اور جواب دیا۔ "وہ دونو اسکے پاس نہیں ہیں۔ اور یہ میں پہلے سے جانتا ہوں لیکن ہو سکتا ہے اسکے ساتھی کے پاس ہوں۔"

"اچھا تو مطلب تو نے اسکے ساتھ خیل کھیلا ہے۔ اسے غصّہ سے ڈرایا دھمکایا اور اپنے مطلب کی جانکاری نکلوالی۔ بہت اچھے۔۔" ریاض نے خوشی سے ازان کی تعریف کی۔

"بلکل۔ ازان اختر کو لوگوں کے دماگ کے ساتھ کھیلنا بہت اچھے سے آتا ہے۔"

شزا خانا گرم کر کر لائی اور آرام سے بیٹھ کر کھایا۔ پھر واپس ٹرے رکھنے جانے کو اٹھی تو نعیمہ دروازہ نوک کر کے اندر آی۔

"شزا آپی آپ فری ہو؟"

"ہاں بس یہ رکھنے جا رہی تھی۔ تم بتاؤ کوئی کام تھا کیا؟"

"ہاں۔ نہیں وہ میں اپنی ایک دوست کے گھر جا رہی ہوں۔ اسکے بھائی کی بیٹی ہوئی ہے اسے دیکھنے۔ تو کیوں نا آپ بھی میرے ساتھ چلو لیکن آئ تھنک آپ نے ابھی خانا کھایا ہے تو مطلب آپ نے آرام بھی نہیں کیا ہو گا یونیورسٹی سے آکر۔ تو کوئی بات نہیں ہے۔" نعیمہ نے بہت محبّت سے کہا تھا۔

"میری پیاری آرام کی بات نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ چلتی لیکن مجھے فائل بنانی ہے ایک۔" شزا تھوڑی شرمندہ ہوئی۔

"ارے آپی۔ کوئی بات نہیں۔ میں چلی جاؤں گی۔" نعیمہ شزا سے کہہ کر مڑنے لگی تھی کہ اسکی نظر سائیڈ ڈرور پر رکھے کڑے پر پڑی۔ "واو آپی۔ کتنا کیوٹ ہے یہ۔ چھوٹو سا۔۔ یہ آپ کا ہے؟" نعیمہ تعریف کرتی ہوئی کڑا دیکھنے لگی۔

"ہاں میرا ہے۔" شزا نے مسکرا کر جواب دیا۔

"آپی۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو یہ میں لے جاؤں۔ مجھے ایک بار یہ کسی چھوٹے بچّے کے ہاتھ میں دیکھنا ہے۔ میں پکّ آپ کو واپس کر دونگی۔" نعیمہ بہت جوش اور امید سے پوچھ رہی تھی۔ شزا اسے منا نہیں کر پائی۔ اور اسبات میں سر ہلا دیا۔ "شکریہ آپی۔۔" نعیمہ خوشی سے کہتی باہر چلی گیی۔

---------------------،---------------------

واپس اگر دلی سے آگرہ کے جانے والے راستے پر آئیں تو وہ کالی کار اب تیز رفتار سے دوڑ رہی تھی۔اور اس میں بیٹھا ریاض اب سپیکر ون کر رہا تھا۔وہ ایک وائس ریکورڈنگ تھی اور اسمے سے قیس نعیم کی آواز صاف آ رہی تھی۔ازان نے گاڑھی سائیڈ پر روک دی اور پہلے توجہ سے سننے لگا۔

ازان کے دروازہ بند کر کے باہر جانے کی آواز آئی۔پھر قیس کے اٹھنے اور کسی کو فون کرنے کی بھی۔انکی خوش بختی یہ ہوئی کہ قیس کے فون کی آواز اس وقت تیز تھی اور وہ بگ کے پاس ہی کھڈا تھا تو دوسرے طرف کی بھی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔جسے وہ سن سکتے تھے۔

"ہیلو۔ہاں وہ ازان آیا تھا۔" قیس کی گھبر آئی ہوئی سی آواز ابھری۔

"کیا؟ازان آیا تھا؟مگر کیوں؟اور تم اتنے گھبر ائے کیوں ہو؟"دوسری جانب سے ایک بڑے عمر کے آدمی کی آواز ابھری جو کافی شناسا تھی۔ازان اور ریاض نے ایک دوسرے کو نا سمجھی سے دیکھا۔

"ارے اسے شق ہے مجھ پر نسیم صاحب۔"کچھ دیر کو چاروں طرف سنّٹا چھا گیا۔باہر گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔لیکن وہ دونو اس ایک نام "نسیم صاحب" پر ہی ساکت رہ گیے۔اب دوسری جانب سے آواز آ رہی تھی۔

"ارے تو وہ شق کی بنیاد پر کیا کر لیگا؟فکر نہ کرو۔بچہ ہے ابھی۔نیا نیا ہے۔ہار کر خد ہی بیٹھ جایگا۔"کار میں نسیم کی آواز گونج رہی تھی اور وہ دونو سانس روکے سن رہے تھے۔انہونے کبھی نہیں سوچا تھا کہ انکا کوئی اپنا اتنا گہرا زخم دے جایگا۔اور بیشق گہرے زخم اپنے ہی دیتے ہیں۔

"وہ کہہ رہا تھا ان دونو کو ڈھونڈھ لیگا۔" قیس کی آواز اب کدرے ٹھنڈی تھی۔

"اجی ہاں بس ڈھونڈھ لیا۔ہمیں تو ملی نہیں وہ۔خا گیے ہونگے جانور انہیں۔"وہ بہت نفرت سے انکا ذکر کر رہے تھے۔"تم فکر نہ کرو قیس صاحب۔کچھ نہیں ہونے والا اور باقی میں تمہیں مشورہ کر کے بتاتا ہوں اس معملے میں کہ کیا کرنا ہے۔"

"ہاں صحی کہہ رہے ہو۔ ٹھیک ہے۔" قیس اب بہت مطمعین تھا۔ اور فون کول ختم ہو چکی تھی۔ ریاض نے سپیکر بند کر دیا اور ازان نے خاموشی سے کار سٹارٹ کر دی۔ پوری کار میں خاموشی چھاآئی تھی۔ دونو چپ تھے۔ ایسا لگا تھا مانو سارے الفاظ ہی ختم ہو گیے ہوں۔

"آپ اپنے فیصلے سے مطمعین نہیں ہیں کیا؟" شائستہ بیگم حیرانگی سے شوہر کو دیکھ رہی تھیں جو انکے سامنے راوکنگ چیر پر بیٹھے تھے۔

"پتا نہیں شائستہ۔۔اسد اچھا لڑکا ہے لیکن میرا دل نہیں مان رہا۔ کہیں میں جلدی یا کچھ غلط تو نہیں کر رہا؟" وہ بہت نرمی سے اپنی بات بیوی کے سامنے رکھ رہے تھے۔

"اپ کو یونہی لگ رہا ہے۔ ورنہ مینے پوری جانچ کی ہے۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن شزا نے صرف میرے لئے ہاں کی ہے۔ بس میں چاہتا ہوں اس بچی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہو مجھ سے۔" شائستہ کا ہلک تک کڑوا ہو گیا تھا لیکن وہ پھر بھی خاموش ہو گییٔ۔

کالی رات آسمان پر پھیلی چکی تھی اور ہوا ابھی چل رہی تھی لیکن آج چاند نے بادلوں سے پردہ کر رکھا تھا۔ سفر پورا کر کے وہ دونو اب آگرہ پہنچ چکے تھے۔ پورے راستے کار میں خاموشی رہی تھی۔ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ ازان نے ریاض کے گھر کے باہر گاڑی روک دی۔ لیکن نہ ریاض اترا نہ ازان کچھ بولا۔

"کیا ہوا آج کار میں ہی سونے کا ارادہ ہے کیا؟" کچھ وقت بعد ازاں نے کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے پوچھا۔ اسکی سائیڈ پر روڈ اور پیڑ تھے اور وہ انہیں بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ ریاض پورا اسکی جانب مڑا۔

"ازان مجھے یقین نہیں آرہا یہ سب۔۔۔ یہ سب کوئی خواب ہے کیا؟" وہ بہت بے چین تھا البتہ ازان اس b کے برعکس بے تاصر تھا یا شاید اپنا تاصر چھپا رہا تھا۔ بال ماتھے پر بکھرے تھے اور کوٹ پچھلی سیٹ پر پڑا تھا۔ شرٹ کی آستینے کلایوں سے تھوڑا اوپر مڑی تھیں۔ اس بکھرے ہلیے میں بھی وہ بہت اچھا لگ رہا تھا۔

اس نے ریاض کی جانب دیکھا۔"تجھے کیا لگتا ہے مجھے یقین آ گیا ہے؟ مجھے تو یہ تک سمجھ نہیں آ رہا کہ میں ریکٹ کیسے کروں؟ لیکن ہمارے نہ ماننے سے سچ نہیں بدل جائے گا۔" ازان نے سر سیٹ کی پشت سے ٹکا لیا۔ وہ اس وقت بہت الجھا ہوا تھا۔ ریاض چپ ہو گیا پھر کچھ دیر بعد بولا۔

"لیکن نسیم معمو یہ کیوں کرینگے؟ کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہئے؟" ازان نے اسکی طرف دیکھا اور غصّہ سے بولا۔"وجہ ہے۔ پروپرٹی۔۔ پیسہ۔۔ لالچ۔" اور ریاض کو لگا اسنے بہت بے رحمی سے سچ کہا ہے۔

"لیکن کیسے؟ نانو نے تو امی کی شادی پر ہی بٹوارہ کر دیا تھا نہ؟" ریاض اب بھی نہیں سمجھا تھا۔ ازان نے گہری سانس لی اور اسے سمجھایا۔

"دیکھ۔ دادا نے کر دیا تھا مگر پھوپھو کو پیسہ ڈیڈ نے دیا تھا اسلئے ڈیڈ کے شیرس پچاس پر سینٹ ہیں اور نسیم اور احمد چاچو کے پچیس پچیس۔ احمد چاچو کے کاروبار کا حصّہ نسیم چاچو نے خرید لیا تھا کیونکے انہیں ہسپتال کے لئے ضرورت تھی۔ اب کاروبار میں نسیم چاچو اور ڈیڈ پارٹنرز ہوئے۔ دادا کے لئے سب ایک جگہ رہتے ہیں اور بہت خوش ہیں۔ لیکن ہم سب جانتے ہیں کہ نسیم چاچو پیسے کے پیچھے کتنے پاگل ہیں۔" ریاض نے سمجھ کر سر ہلایا۔

"اب سمجھا مطلب فتح معمو کے بعد ہر چیز پر خاص کر کے بزنس پر نسیم معمو کا قبضہ ہے۔" پھر اور سر ہلا کر بولا۔"اچھا۔۔ جبھی تو میں سوچ رہا تھا کہ سوہیل کاروبار میں اتنی دلچسپی کیوں لینے لگا؟" ازان چپ رہا۔

"لیکن یار اب ہم ان دونو کو کیسے ڈھونڈھینگے؟ انکی باتوں سے تو لگتا ہے کہ ان کو ان کا نہیں معلوم۔"

"میں بھی تو یہی سوچ رہا ہوں کب سے۔ مگر میں دو باتیں تو سمجھ گیا ہوں۔"

"کیا؟" ریاض پوری طرح اسکی طرف متوجہ تھا۔ ازان نے انگلی سے اشارہ کیا۔

"پہلی۔۔ وہ دونو جہاں بھی ہیں۔ ان لوگوں کی پوہنچ سے تو دور ہیں۔" دوسری انگلی کھولی۔"اور دوسری۔۔ اس سب میں کوئی اور بھی شامل ہے۔ کیونکے آخر میں نسیم چاچو نے کہا کہ باقی میں مشورہ کر کے بتاتا ہوں۔ یعنی کوئی اور بھی ہے جو انکے ساتھ ہے اور سب جانتا ہے۔"

ریاض نے سوچتے ہوئے کہا۔"لیکن کون؟ شاید کوئی دوست۔ عیڈوائزر یا پھر۔۔۔ کوئی گھر کا؟" ازان کا چہرا سفید ہو گیا۔ مانو کسی نے سارا خون نکال لیا ہو۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ پھر ریاض کو اسکی ہلکی روندھی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تجھے معلوم ہے ریاض۔۔ دنیا سے جیتنا آسان ہوتا ہے۔ یہ تو اپنے گھر والے ہوتے ہیں جن سے انسان ہار جاتا ہے۔" پل بھر کو ریاض لاجواب رہ گیا۔ پھر اسنے اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرم لہزے میں کہا۔

"میں سمجھتا ہوں یہ سب تیرے لئے بہت مشکل ہے لیکن دیکھ بھائی۔ جذبات میں اس وقت کوئی ایسا کام نہیں کرنا کہ انہیں علم ہو جائے کہ تو سب جانتا ہے۔ کیونکے۔۔ جو شخص اپنے بھائی کا نہ ہوا تو پھر تُو اس کا پھر کوئی نہیں۔" ازان نے اسبات میں سر ہلایا۔ "اور دیکھ تو اکیلا بلکل نہیں ہے۔ میں ہوں تیرے ساتھ اور ریاض احمد اپنے دوستوں کا ساتھ اتنی آسانی سے نہیں چھوڑا کرتا۔" اس کے ماحول کو ہلکا کرنے کے لئے کہنے پر ازان اسکی طرف دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دیا۔

"ہیلو السلام علیکم۔" فون کے رسیو ہونے پر ایک لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"مسسیس فرزانہ اختر کو فون دیا جائے۔" دوسرے طرف سے لہزا حکمیہ تھا۔

"کیا سلام کا جواب دینا بھی نہیں آتا اپ کو؟" اس لڑکی کی آواز ہلکی طنز میں بدلی۔

"اوہ جسٹ شٹ اپ۔۔ میں ملازموں سے بات نہیں کیا کرتا؟" اس بار رائنہ کے ماتھے پر بل پڑے اور آواز میں تھوڑی کڑواہٹ گھلی۔ "او ہیلو مسٹر۔ میں کوئی ملازما نہیں ہوں۔ اس حویلی کی ہونے والی بہو اور اس حویلی کے بیٹے ڈاکٹر احمد اختر کی ہونے والی بیوی ہوں۔ بہتر ہو گا ذرا تمیز سے بات کریں۔ اور اگر میری جگہ سچ میں کوئی ملازم ہوتا تو کیا ملازم انسان نہیں ہوتے؟"

احمد کو حیرت ہوئی۔ یہ لڑکی کیا تھی کہ اس کے نام کی اسے ہی اکڑ دکھا رہی تھی۔ لیکن وہ بھی کہاں پیچھے رہنے والوں میں سے تھا۔

"تو میری ہونے والی بیگم صاحبا۔ اپنی ساس جی کو خبر دے دینا کہ اپ کا ہونے والا شوہر کل ڈگری ملنے کے بعد شام کو واپس آرہا ہے۔۔ اور ابھی تو مجھے ڈگری ملی بھی نہیں اور اپ نے پہلے ہی میرے نام کے آگے ڈاکٹر لگا دیا۔"

رائنہ کو چپی لگی اور اس نے فون رکھ دیا۔

فون کی بیل پر احمد کو ہوش آیا۔ انہونے دیکھا ازان کے انتظار میں لاؤنج میں ہی بیٹھے بیٹھے ان کو جھپکی آگئی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

حویلی سے تھوڑی ہی دور جاییں تو رات کافی ہو چکی تھی لیکن وہ دونو ابھی بھی احمد مینشن کے باہر کار میں بیٹھے تھے۔

"اب پہلے یہ پتا لگانا ہے کہ وہ دونو کہاں گئیں؟" ازان نے سنجیدہ لہزے میں سوچتے ہوئے کہا۔

"مگر کیسے؟ آئی مین ان کا تو کوئی بھی نشان نہیں ہے۔ ایکسیڈنٹ بھی جنگل کے علااقے میں ہوا تھا۔ کہیں سچ میں تو جنگلی جانور۔۔" ریاض بات مکمّل نہیں کر سکا اور خاموش ہو گیا۔ "نہیں۔۔ وہ زندہ ہیں۔ مجھے یقین ہے وہ بچ گیی تھیں۔ مینے بہت معلومات حاصل کی ہے۔ اس رات پورے آگرہ میں دو اس عمر کی لڑکیوں کی لاش تو کیا ٹکڑا تک نہیں ملا اور اگر ملی تو وہ انکی نہیں تھی۔" اسنے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"شروع سے شروع کرتے ہیں۔۔ وہ لوگ ایک ساتھ واپس آ رہے تھے۔ راستے میں کار کا ایکسیڈنٹ ہوا۔ جس میں بلاسٹ کی وجہ سے ڈیڈ کی لاش کار میں ہی جلی ملی البتہ مما کی وہاں سے دور ایک آبادی والے علاقے میں۔ وہ بھی ایکسیڈنٹ سے۔ کیسے؟ لیکن اس سب کے درمیان سے وہ دونوں غایب۔ زمین خا گیی یا آسمان نغل گیا؟"

"کیا معلوم مامی اپنی جان بچانے کے لیے یا مدد کو گیی ہوں وہاں؟" وہ سنسان سڑک پر کار میں بیٹھے کڑی سے کڑی ملانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"نہیں یار۔ وہ ایک ما تھیں۔ خد سے پہلے اپنے بچوں کو بچاتی۔"

"کیا پتا انہونے یہی کیا ہو؟" ریاض نے الجھ کر ازان سے کہا۔

"مطلب؟" اس نے اسے نہ سمجھی سے دیکھا۔

"مطلب یہ کہ کیا پتا مامی انہیں اپنے ساتھ لیکر گیں ھوں؟ آئی مین آج وہ شہر کا ایک بڈا علاقا ہے۔ سولہ سال پہلے بھی تھا۔ کیا پتا مامی نے انہیں حفاظت کے لیے کہیں چھپا دیا ہو۔" ریاض سوچ سوچ کر بول رہا تھا اور ازان بہت غور سے سن رہا تھا۔ "شاید کسی گھر میں۔"

"ہاں ہو سکتا ہے کیونکے اس وقت وہ صرف پانچ سال کی تھیں۔ اتنے چھوٹے بچچوں کو تو تھوڑی دیر کے لئے کوئی بھی رکھ لگا۔" واقفے کے بعد بولا۔ "ایک کام کر سکتے ہیں۔ کسی طرح یہ پتا چل جائے کہ اس علاقے میں کتنے گھروں میں

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اکیس سال کی لڑکیاں ہیں۔ یا پہلے کسی گھر میں کوئی بچا چھوڑ گیا تھا یا وہاں کہیں چھوٹے بچے ملے تھے۔" ریاض کو اسکے آئیڈیا پر جھٹکا لگا۔

"او۔ بھائی ہم لڑکے ہیں۔ گھروں میں اگر لڑکیوں کا پوچھنے جاینگے نہ تو جوتے کھاینگے۔" ازان نے منہ بگاڑا۔ "ابے پاگل۔ کس نے کہا کہ ہم گھر گھر جا کر پوچھینگے۔ تو زیادہ مت سوچ۔ میں جانکاری نکلوا لونگا۔ تو اچھا گمان رکھ اللہ سے۔ جس نے یہاں تک پہنچایا ہے۔ وہ ایک دن ملوا بھی دیگا۔"

ریاض اِنشاءاللہ کہہ کر اتر گیا تو ازان نے پکارا۔ "ریاض سن۔ تھینک یو۔" ریاض ہنس کر کھڑکی پر ہاتھ ٹکا کر اسے کہنے لگا۔

"تھینک یو کے بدلے تو مجھ سے ایک وعدہ کر کہ اس کیس میں ہم دونو ساتھ ہیں۔ تو مجھ m سے کچھ نہیں چھپایگا۔ لیکن میرے دماگ میں ایک آئیڈیا ہے کہ کیوں نا میں بھی ڈیٹیکٹیو بن جاؤں۔ دونو مل کر کیسیس حل کرینگے۔" ازان اسکی باتوں پر صرف ہنس دیا اور گاڑی سٹارٹ کر کہ آگے بڑھا دی۔

ہر دن کی طرح نیی صبح تلو ہوئی تو تاج محل کا عکس جمنا کے پانی پر چمکنے لگا۔ آج اتوار کا دن تھا اور سبھی گھر میں موجود تھے۔ کچن کی کھڑکی سے گرما گرم پراٹھوں کی خشبو کے ساتھ ساتھ دھواں بھی آرہا تھا۔ آسمانی رنگ کا سادہ شلوار قمیض پہنے شزا ناشتہ بنانے میں مصروف تھی۔ بال جوڑے میں بندھے تھے اور دوپٹا آگے گلے میں ڈلا تھا۔ ناشتہ بنا کر اور شلیف صاف کر کے وہ مڑی تو سامنے ہی انس اندر داخل ہوتا نظر آیا۔ شزا نے جلدی سے سر ڈھکا اور دوپٹہ اپنے گرد پھیلایا۔ وہ چلتا ہوا اسکے بلکل سامنے آ کھڑا ہوا اور سخت لہزے میں پوچھا۔

"تم نے پاپا کو ہاں کیوں کی ہے؟" شزا کا سر جھکا تھا لیکن آج وہ خاموش نہیں رہی تھی۔ ہلکی آواز میں انس کو جواب دیا۔

"پاپا نے پوچھا تھا۔ مینے ہاں کر دی۔ اس میں اپ کا کوئی تعلّق نہیں ہے۔" انس کے ماتھے پر بل پڑے۔

"اچھا۔ ٹھیک ہے۔ پھر میں بھی دیکھتا ہوں تمہاری شادی میرے علاوہ کس سے ہوتی ہے؟"

"چاہے کسی سے ہو یا نہ ہو۔ لیکن آپ سے تو کبھی نہیں ہو گی۔" شزا نے اسکو دیکھا تک نہی اور ناشتہ لے کر باہر نکل گیی۔ انس پیچھے غصّے سے مٹّھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

مختار صاحب اخبار پڑھ رہے تھے اور ٹیبل پر سب موجود تھے۔ شزا سب کو چائے دے رہی تھی۔

"شزا آپی۔ آپ بیٹھ جایئں۔ چائے میں دے دیتی ہوں آج۔"

"کیوں وہ دے تو رہی ہے نعیمہ۔" شائستہ بیگم نے نعیمہ کو جھڑکا اور پھر شزا کی جانب متوجہ ہوئیں۔ "ہاں شزا میں سب کے سامنے آج ہی بتا دیتی ہوں کہ تم کل یونیورسٹی سے جلدی آجانا۔ شادی کی شوپنگ کے لئے جانا ہے۔ وقت پتا نہیں چلیگا اب اور سمرین بھی آجائیگی۔" شزا نے ایک نظر انس کو دیکھا لیکن وہ بلکل بے نیاز سا ناشتہ کرنے میں مصروف تھا۔ جیسے اسے مطلب ہی نہ ہو۔ شزا بھی اس بات میں سر ہلا گیی۔

"اچھا ہے۔ شوپنگ سے تم لوگوں کا دل بھی لگ جایگا۔ میں تو کل شہر باہر جا رہا ہوں۔"

"مگر کیوں پاپا؟" علی نے پوچھا۔

"ایسے ہی کچھ ضروری کام ہے۔" انہوں نے اخبار سائیڈ میں رکھتے ہوئے سرسری سا جواب دیا۔

"امی میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔" انس نے کپ منہ سے لگاتے ہوئے ما سے کہا۔ اس کے اچانک سے کہنے پر شائستہ بیگم سنگ سبھی کو جھٹکا لگا۔ نعیمہ کا ہاتھ منہ تک جاتے جاتے رہ گیا اور شزا کے دل میں ایک ڈر کی لہر دوڑی۔

"کس سے بیٹا؟" شائستہ بیگم نے بامشکل پوچھا۔

"میری ایک پرانی دوست ہے اس سے۔ مینے کہہ دیا تھا اسے کہ آج آپ اسکے گھر جاینگی۔ اور اچھا ہے پھوپھو بھی آ رہی ہیں تو آپ دونوں ساتھ چلی جانا۔"

"بلکل بیٹا۔ جیسی تمہاری خوشی۔" انکے چہرے پر خوشی پھیل گئی البتہ مختار صاحب خاموش رہے۔ انہوں نے بس ایک نظر بیٹے اور بیوی کو دیکھا تھا۔ وہ انکے دل کا خوف اچھے سے جانتے تھے۔

ایک ایک کر کے سب لوگ ناشتہ کر کے اٹھ گیے تو شزا بھی کچن میں برتن دھونے لگی۔ "یہ کیسا انسان ہے؟ ہر پل رنگ بدلتا ہے؟" شزا نے سوچا۔ ایک پل کو تو وہ سچ میں ڈر گیی تھی۔ لیکن پھر اسنے سر جھٹکا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اسنے اسے اس دوغلے شخص سے بچا لیا۔ اب وہ کل کے بارے میں سوچ رہی تھی لیکن جو اصل میں کل ہونے والا تھا وہ اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

--------------.... --------------------------

اگلا دن آیا تو اپنے ساتھ نئی صبح اور بہت سی نئی کہانیاں بھی لایا۔ کچھ اچھا تو کچھ برا بھی۔ لیکن کون جانتا تھا کہ آج کس کا مقدّر کہاں جانے والا ہے؟ کسے کس سے ملوانے والا ہے؟ بیشک اللّٰہ کے علاوہ اور کون جانتا ہے کہ کس روز کونسی نئی کہانی کی شروعات ہونی ہے؟

سویرے سے ہی آج اونچے آسمان پر بادلوں کا قبضہ تھا۔ اور انہوں نے شہر پر سورج کی ایک بھی کرن نہیں پڑنے دی تھی۔ "چل شنزا میں چلتی ہوں۔ بھائی آ گیے ہونگے اور تجھے بھی تو جلدی جانا ہے نہ آج؟" فائزہ نے گیٹ سے تھوڑی دور رکتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں بھی بس میم سے نوٹس لے لوں پھر نکلتی ہوں۔" شنزا نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن دھیآن سے جانا۔ اگر ضروری نہیں ہوتا تو میں سچ میں رک جاتی۔"

"ارے بہن۔ میں چھوٹی بچّی تھوڑی ہوں۔ چلی جاؤ نگی۔ تو پریشان مت ہو۔" فائزہ نے صرف اسبات میں سر ہلا دیا اور چلی گئی۔

کچھ دیر بعد شنزا روڈ پر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ آج سادہ گلابی رنگ کے شلوار سوٹ میں ملبوس تھی اور دوپٹا سر پر ڈھکا تھا البتہ اسنے اپنے اوپر چادر بھی لے رکھی تھی۔ روڈ کافی خالی تھا تو اسے رکشہ بھی نہیں مل سکا۔ اسی وقت دو بائیک سوار اے اور اسے راستے میں روک لیا۔ "جلدی جلدی بیگ دے ادھر۔" ایک نے اتر کر اس سے کہا۔ شنزا نے مدد کے لئے نظر دوڑای لیکن روڈ پر بہت کم لوگ آ جا رہے تھے۔

"اے لڑکی۔ ادھر ادھر کیا دیکھ رہی ہے۔ لا بیگ دے ادھر۔" ایک آدمی نے چیکھتے ہوئے اسکے سر پر گن تانی اور بیگ چھین کر نو دو گیارہ ہو گیے۔

شنزا کو کچھ لمحے تو سمجھ ہی نہیں آیا کہ اسکے ساتھ یہ ہوا کیا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر اپنے خالی ہاتوں کو دیکھا اور پھر اپنے ارد گرد۔ "یا اللّٰہ۔ اب میں کیا کروں؟" ماتھے سے پسینہ صاف کرتے ہوئے شنزا نے لفٹ کے لئے دیکھا تو ایک گاڑی والا رکا۔ اس نے شنزا کو اوپر سے نیچے تک دیکھا اور اشارے سے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا تو وہ آگے بڑھ گیا۔ وہ اب باقاعدہ روہانسی ہو گیی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اتنے میں ہی ایک ریڈ سپورٹس کار رکی اور اس میں سے ایک لڑکی نے اسکی جانب دیکھا۔وہ بلیک جینس پر کریم لونگ کوٹ پہنے۔بالوں کو جوڑے میں باندھے آرزو تھی۔

"کیا ہوا لفٹ چاہیے؟" آرزو نے اپنے مغرور انداز میں پوچھا۔شزا پہلے تو چپ رہی پھر ہمّت کر کے اسے ساری بات بتائی۔اس کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔"اوہ اچھا۔چلو ہم تمہیں پولیس اسٹیشن چھوڑ دیتے ہیں۔"

"پولیس سٹیشن؟شزا اور گھبرا گیی۔آرزو نے گہری سانس لی۔"دیکھو۔بقول تمہارے۔تمہارے بیگ میں تمہارا فون۔پیسے۔آئی ڈی۔وغیرہ سب تھا۔تو ایف۔آئی۔آر۔تو کرانی چاہیے نا۔"نرم لہجے میں بات کرتے ہوئے وہ اس وقت ایک بہت مختلف آرزو لگ رہی تھی جو ایک انجان لڑکی کے لئے فکر مند تھی۔

"آپ پلیز میری ایک کول کرا سکتی ہیں میرے پاپا کو؟"شزا کے پوچھنے پر آرزو نے اسے اپنا فون دے دیا۔اس نے مختار صاحب کو فون کیا اور انہیں پوری بات بتائی۔

"بیٹا پریشان مت ہو۔یہ لڑکی سہی کہہ رہی ہے پہلے ایف۔آئی۔آر۔کرا دو۔اور گھر پر میں بتا دونگا۔تم واپسی پر مجھے بتا دینا میں انس یا علی میں سے کسی کو تمہیں لینے بھیج دونگا۔"ان کے سمجھانے پر شزا کی گھبراہٹ کم ہوئی اور وہ بات کر کے کار میں بیٹھ گیئی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"Well..what is your name?"

آرزو نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔

"Shiza..and yours?"

"آرزو اختر۔"آرزو نے بہت فخر سے اپنا نام بتایا تھا۔اور کچھ ہی دیر میں وہ لوگ پولیس سٹیشن کے سامنے موجود تھیں۔"یہاں میرا ایک کزن بھی ہے۔انسپکٹر ازان اختر۔اگر کوئی پروبلم ہو تو اس سے ہیلپ لے لینا۔بہت اچھا انسان ہے منا نہیں کریگا۔"

"تھینک یو آرزو۔"شزا نے اترتے ہوئے اسکا شکریہ ادا کیا۔آرزو صرف مسکرا دی اور کار بڑھا لے گیی۔

-----.........-------------------------

اگلے منظر میں شزا کرسی پر بیٹھی تھی اور سامنے موجود لیڈی افسر سے بات کر رہی تھی۔وہ شخص پولس یونیفورم میں ملبوس کچھ مصروف سا کیبن سے باہر نکلا اور انکی ٹیبل کی جانب آیا۔"بلو والی فائل کہاں ہے اوفیسر؟"وہ لیڈی اوفیسر سے مخاطب ہوا تو شزا نے اس کی جانب دیکھا۔اس کی نظر اس شخص کی نیم پلیٹ پر پڑی تو اس پر "ازان اختر"نام چمک رہا تھا۔

شزا نے دیکھا کہ صاف رنگت پر کالی آنکھیں۔اونچی ناک اور بنی ہوئی بیرڈ والا پولیس کی وردی میں وہ شخص واقعی بہت ہینڈ سم تھا اور اس کی پرسنیلٹی پر اس کا یہ نام جچتا بھی تھا۔شزا نے نظریں جھکا لیں۔وہ فائل لیکر مڑنے ہی لگا تھا کہ اس کی نظر اس لڑکی پر پڑیں جو اپنے آپ کو چادر میں چھپائے کافی گھبرائی ہوئی سی لگتی تھی۔

"کیا کیس ہے؟"ازان نے شزا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لیڈی افسر سے پوچھا تو اس نے بھی ازاں کی جانب دیکھا۔"سر۔۔ان کا سامان چوری ہو گیا ہے۔"لیڈی افسر بتا رہی تھی۔ان دونوں کی نظریں ایک لمحے کو ٹکرائیں۔کالی آنکھیں بھوری آنکھوں سے ملیں اور پھر شزا نے نظریں جھکا لیں اور ازاں بھی افسر کی بات پر سر ہلا کر کیبن میں چلا گیا۔بس ایک لمحے کا امل تھا اور یہ سولہ سال بعد ان کی پہلی ملاقات تھی۔جس میں اس نے اس لڑکی کا نام تک نہیں جانا تھا جو اس کے مقدّر میں شاید بہت پہلے ہی لکھی جا چکی تھی۔

------........ ----------------

(باقی اگلے ماہ انشاءاللہ)

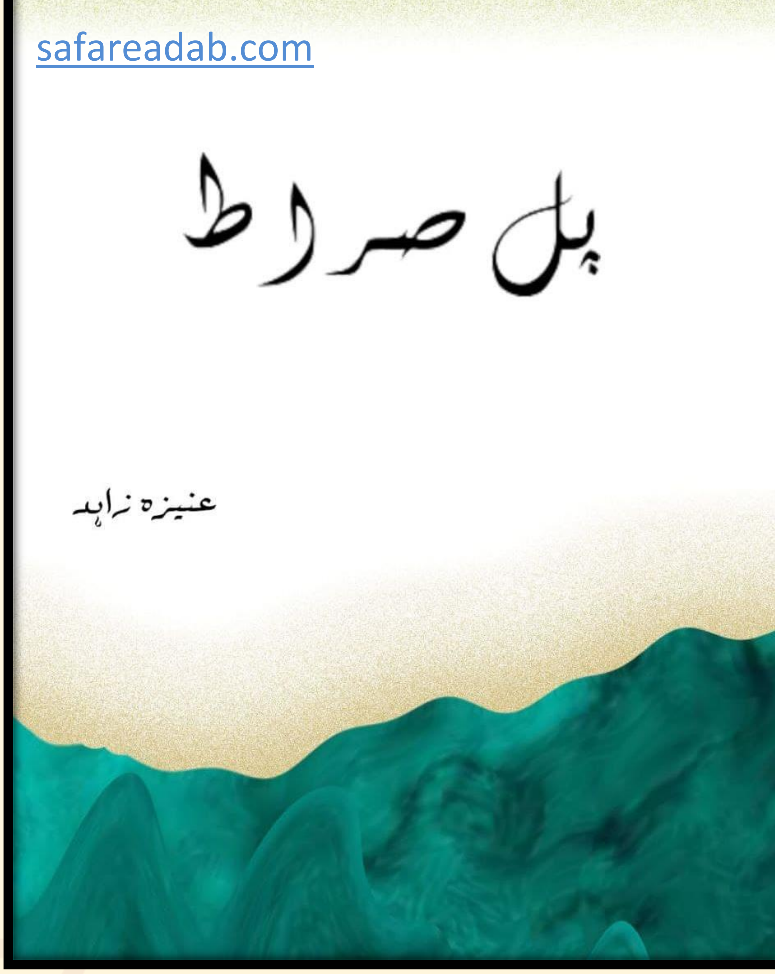

"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہونا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آ جائے گی۔'

اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

"یہاں دستخط کرو غازہ ! "کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بُری طرح کانپے تھے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنالیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی جست میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! "سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"سچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا ادھورا رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلیج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمیٹڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلیج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلیج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ح جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔۔ اللہ۔۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھابھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگِ حبِّ الٰہی تو اترتا نہیں۔۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے تو بچ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پُر یقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ٹائپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آئمہ۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ ور اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زوردار تھپڑ مار دیا۔۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آ چکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور حسن خان وہیں دل تھام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج حسن مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے ہسبنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

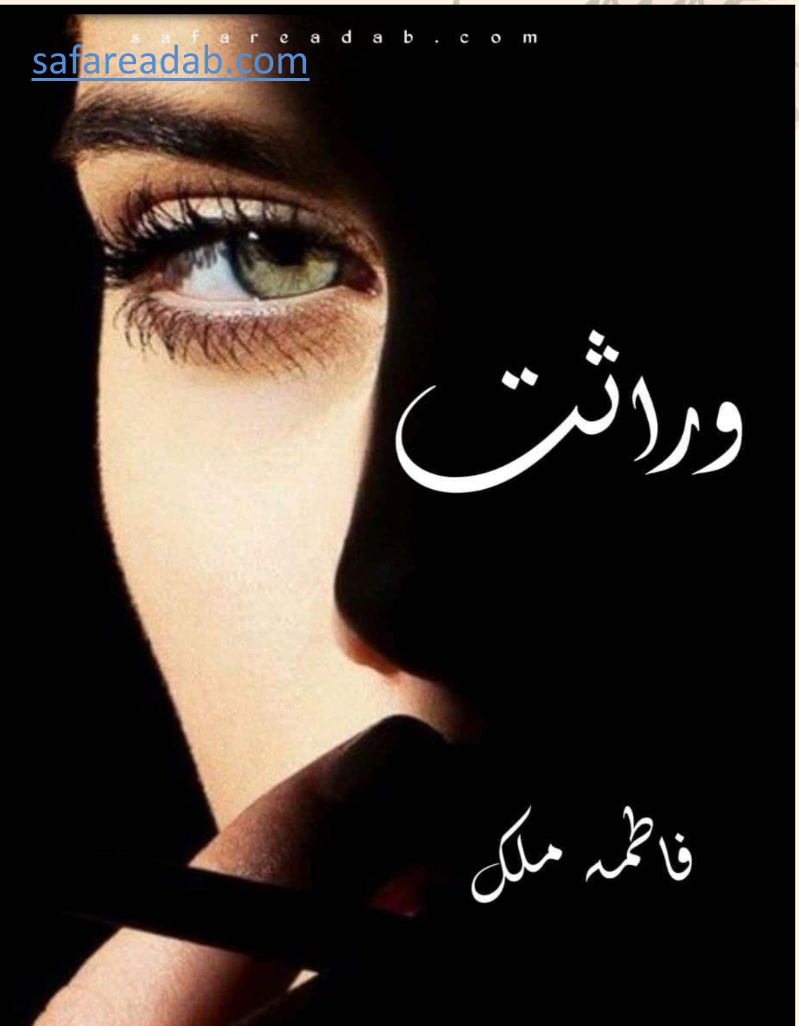

ناول لال عشق کی ایک جھلک

"بی بی یہ کوئی پارسل دے گیا ہے آپ کے لئے "سفید رنگ کا لفافہ اس کے سامنے کئے ملازمہ نے کہا۔

"کس نے بھیجا ہے تم نے پوچھا؟" اس نے تھامتے ہوئے پوچھا۔

"جی بی بی ہم نے پوچھا تو کہنے لگا کہ آپ کے بوس نے بھیجا ہے "ملیحہ ماتھے پر بل آئے وہ ملازمہ کو دیکھنے لگی ملازمہ اسے کہہ کر باہر نکل آئی اس نے لفافہ سائڈ رکھتے نماز مکمل کی۔

نماز کی شال اور جائے نماز اٹھا کر ٹیبل پر رکھا اور بیڈ پر الٹی پلٹی باندھے بیٹھی گئی۔

لفافہ کھول اس نے پڑھا تو حیران ہوئے منہ کھولنے لگی اور آنکھیں چھوٹی کرتے اس شخص کو یاد کرتے کو سنے لگی۔

"اس کی اتنی ہمت مجھ سے پوچھے بغیر "پاس رکھا اپنا فون لئے اس نے کال ملائی۔ جو ریسیو نا ہوئی۔ دوسری کال پر باسط نے ہیلو کہا۔

"اپنے دوست کو فون دو" وہ غصے میں بولی تو فوراً فون ازعان کے سامنے ہوا۔

"ہائے دوست ہاؤ آر یو؟ "

"اوہ یو شٹ اپ آئی ایم نوٹ یور دوست اور یہ لیٹر کیوں بھیجا ہے مجھے میں نے تم انکار کیا ہے نا" وہ غصے میں بول رہی تھی مگر ازعان کو ذرا فرق ناپڑ رہا تھا۔

"ہاں تو میں نے انکار ایکسیپٹ نہیں کیا اور ویسے بھی ڈیڈ سے مشورہ کیا ہے میں وہ بھی یہی چاہتے ہے اور پھر تم ماما کی دیکھ بھال کرتے ہو تو ساتھ میں یہ جاب بھی کر لینا "

"لیکن ازعان۔۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں تمہارے پاس ایک گھنٹے کا وقت ہے تم سوچ لو پھر جواب دینا" اس کہتے کے ساتھ فون بند کر دیا ملیحہ جو کچھ کہنے لگی تھی اچانک فون بند ہونے پر چپ لگ گئی اور سوچ میں پڑتی منہ بگاڑنے لگی۔

اس نے پھر سے فون ملایا۔ "ہیلو بڑی جلدی سوچ لیا تم نے؟" ازعان نے اپنی چیئر پر بیٹھے پاؤں ٹیبل پر رکھتے کہا۔

"ازعان پلیز مجھے یہ جاب نہیں کرنی" وہ نرمی سے انکار کرنے لگی۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے تم وجہ بتا دو انکار کی میں ڈیڈ سے بات کر لونگا" ازعان بھی سادہ لہجے میں بولا۔

"وجہ؟" وہ سوچنے لگی۔ "وجہ تو کوئی بھی نہیں ہے "

"تو پھر منع کیوں کر رہی ہو؟ اور ویسے بھی ایک مہینے کی تو بات پھر تمہارا نکاح ہو جائے گا یہ سب خود سے چھوٹ جائے گا اور" وہ نم لہجے میں بولتے رک گیا۔

"اور؟" ملیحہ نے خاموش ہوئے اس سے سوال کیا۔

"اور تم ازعان دلاور سے دور ہو جاؤ گی مطلب یہ کہ تمہاری مجھ سے اور میری تم سے جان چھوٹ جائے گی" ملیحہ اس کی بات پر منہ بسورنے لگی۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں۔

safareadab.com

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جا سکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب